حرف و سخن
HARF-O-SUKHAN
Urdu Research Journal of PAKISTAN
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8
No.3 2024

اسلامی فکر و تہذیب، تشکیل جدید و احیاء کے لیے مولانا ابوالحسن ندوی کی فکر سے استفادہ کا طریقہ کار

Islamic thought and civilization, for modern formation and revival Maulana Abul Hasan Nadwi's method of utilizing thought

Dr. Abdul Ghaffar
HOD Department of Islamic Studies, University of Okara, Okara, Pakistan
Dr. Tanveer Qasim
Dept. of Islamic Studies, University of Engineering and Technology, Lahore, Pakistan

Abstract:

Maulana Abul Hasan Nadwi Atim was a thinker, reformer, thinker, historian, scholar of religion. His thought and analysis were moderate and balanced. He analyzed Islamic and Western civilization on the basis of deep study, and did not allow nihilism to arise in it. He highlighted the aspects of universality, universality and perpetuity of Islamic civilization with arguments. Some clear words from the West, Maulana has written in these books how it is possible to modernize Islamic thought and civilization and how Western civilization can be used. Its salient principles and how Muslims should behave about it. He has proposed another plan of action for the Muslim Ummah through the understanding of the West in an analytical style that the strength of faith must be strengthened, therefore distrust, feelings of inferiority and spiritual weakness must be abandoned, and one must realize one's position because the Ummah The Muslim Ummah is a call and the Ummah is good, Islam commands the conquest of the universe, the West can be used in the pursuit of sciences and arts in scientific and material development, religion does not interfere with it, and adopted it as an intellectual process. Because a civilization can benefit from the knowledge and cultural heritage before it. The Muslim Ummah has to create dynamism and abandon the status quo. Adhering to the words and spirit of Islamic texts, the work of interpretation and interpretation must be done according to the Muslim principles of ijtihad. Much effort has been made to clarify what the mechanism might be.

Keywords: Maulana; Abul Hasan Nadwi; thinker; historian.

مولانا ابوالحسن ندوی عظیم مفکر، مصلح، مدبر، مؤرخ، محقق عالم دین تھے آپ کی فکر اور تجزیہ میں اعتدال و توازن تھا۔ آپ نے اسلامی اور مغربی تہذیب کا تجزیہ گہرے مطالعہ کی بنیاد پر کیا، اور اس میں عصبیت کو پیدا نہ ہونے دیا اسلامی تہذیب کی آفاقیت، عالمگیریت دائمیت کے پہلوؤں کو دلائل کے ساتھ نمایاں کیا ان کے دلائل کو ان کی کتب "مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش، اسلامیات اور مغربی مستشرقین اور مسلمان۔" مغرب سے کچھ صاف صاف باتیں، مولانا نے ان کتب میں اسلامی فکر و تہذیب کی تشکیل جدید کیسے ممکن ہے اور مغربی تہذیب سے استفادہ کس طرح ہو سکتا ہے۔ اس کے نمایاں اصول اور اس بارے مسلمانوں کا روّیہ کیسا ہونا چاہیے۔ انہوں نے تجزیاتی اسلوب میں تفہیم مغرب کے ذریعے مسلم امہ کیلئے ایک اور لائحہ عمل تجویز کیا ہے کہ قوّت ایمانی کو مضبوط کرنا ہو گا اس لیے بے اعتمادی، احساس کمتری اور روحانی کمزوری کو ترک کرنا ہو گا، اپنے منصب کا ادراک کرنا ہو گا کیونکہ امت مسلمہ امت دعوت ہے اور امت خیر ہے، اسلام تسخیر کائنات کا حکم دیتا ہے سائنسی اور مادی ترقی میں علوم اور فنون کے حصول میں مغرب سے استفادہ کیا جا سکتا ہے مذہب اس میں حائل نہیں ہوتا، اور اسے فکری عمل کے طور پر اختیار کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ ایک تہذیب اپنے سے پہلے علمی ثقافتی ورثہ سے استفادہ کر سکتی ہے۔ مسلم اُمہ کو تحرک پیدا کرنا ہو گا اور جمودی روش کو ترک کرنا ہو گا۔ اسلامی نصوص کی الفاظ اور روح کے ساتھ پابندی کرتے ہوئے اجتہاد

حرف و سخن
HARF-O-SUKHAN
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8
No.3 2024

کے مسلّمہ اصولوں کے مطابق تشریح و تعبیر کا کام کرنا ہو گا مقالہ ہذا میں مولانا کی کتب اور مقالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے مسلم امہ میں اسلامی فکر و تہذیب و احیاء کیلئے عالمگیریت کے اس زمانہ میں استفادہ کا طریقہ کار کیا ہو سکتا ہے واضح کرنے کی بھرپور کوشش کی گئی ہے۔

مولانا ابو الحسن علی ندوی[1] عالم دین بھی ہیں محقق بھی ہیں اور مورخ بھی۔ اور عصر رواں کے مفکر و داعی بھی، امت مسلمہ کے عظیم خیر خواہ بھی انہوں نے مغربی تہذیب کو غور سے دیکھا پڑھا اور پھر انہوں نے تہذیب مغرب کا تجزیہ کیا۔ آپ نے اسلامی تہذیب کے محاسن بیان کئے تو اس میں اسلامی عصبیت کا جذباتی انداز سے تجزیہ نہیں کیا۔ آپ نے اسلام اور مغربی تہذیب کا تجزیہ کیا تو ان تہذیبوں کی روح کو سمجھا۔ ان تہذیبوں کی اقدار کا تجزیہ کیا۔ اسلامی تہذیب کے ان پہلوؤں کا جائزہ لیا جو اسے عالمگیر اور آفاقی اور دائمی تہذیب ہونے کا مقام دلاتی ہیں۔ وہ اس کی روح میں اترے۔ آپ نے تاریخی تناظر میں اس کی ان اقدار کا جائزہ لیا کہ تاریخ کے مختلف ادوار میں اسلامی اقدار نے انسانی زندگی کے ارتقاء میں کیا کردار ادا کیا تھا۔ اس تہذیب کا انسانی زندگی کے مطالبات، مسائل اور تقاضوں کے ساتھ کیا تعلق اور رشتہ رہا ہے۔

تحقیق کا بنیادی مسئلہ:

عصر رواں میں گلوبلائزیشن کی وجہ سے عالم انسانیت پر بالعموم اور مسلم ممالک میں بالخصوص مغربی تہذیب و افکار کا بڑھتا ہوا اثر، الحادی تحریکات و نظریہ کا پھیلاؤ تشویش ناک ہے، ان حالات میں بچاؤ کیسے ممکن ہے اور مسلم فکر کے احیاء اور غلبہ کیلئے کیا لائحہ عمل اختیار کیا جا سکتا ہے۔ ان مقاصد کے لیے مسلم مفکرین کی آراء و مطالعہ و تجاویز سے استفادہ کی اشد ضرورت ہے تاکہ مسلم امہ کی فکری بصیرت کو اجاگر کیا جا سکے۔ مولانا ابو الحسن علی ندویؒ کی چونکہ اسی فکر کو ترقی رہنے کے لیے کوشاں رہے اور انہوں نے گراں قدر کام کیا ضرورت ہے ان کی فکری بصیرت آراء و تجاویز و لائحہ عمل کو جدید سائنٹیفک Approach کے ساتھ پیش کیا جائے۔

مغربی تہذیب کے مطالعہ میں مولانا کا اسلوب ایک نقّاد محقق، تجزیہ نگار اور مصلح کا ہے۔ ان کی کتب "مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش"، مغرب سے کچھ صاف صاف باتیں" اور "اسلامیات اور مغربی مستشرقین اور مسلمان" سے مذکورہ بالا اسلوب واضح ہوتا ہے۔ ان کتب کے مطالعہ سے جو رہنما اصول اخذ ہوتے ہیں انکو نکات میں پیش کیا جا رہا ہے۔

---

[1]۔ ابو الحسن علی حسنی ندوی (ولادت: 24 نومبر 1914ء– وفات: 31 دسمبر 1999ء) مشہور بہ علی میاں ایک بھارتی عالم دین، مشہور کتاب انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج و زوال کا اثر کے مصنف نیز متعدد زبانوں میں پانچ سو سے زائد کتابوں کے مصنف ہیں۔ عربی اور اردو میں متعدد کتابیں تصنیف کی ہے۔ یہ تصانیف تاریخ، الٰہیات، سوانح موضوعات پر مشتمل ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ سیمناروں میں پیش کردہ ہزاروں مضامین اور تقاریر بھی موجود ہیں۔ علی میاں کی ایک انتہائی مشہور عربی تصنیف ماذا خسر العالم بانحطاط المسلمین ہے جس کے متعدد زبانوں میں تراجم ہوئے، اردو میں اس کا ترجمہ انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج و زوال کا اثر کے نام سے شائع ہوا۔ اخوان المسلمون کے ایک رکن سید قطب نے اس کتاب پر مقدمہ لکھا جس میں انھوں نے خصوصا علی میاں کی استعمال کردہ اصطلاح جاہلیت کی تعریف کی جسے علی میاں نے کسی عہد کے ساتھ مخصوص نہیں کیا بلکہ اسے مادیت اور اخلاقی زوال کا استعارہ بتایا ہے۔ ذیل میں چند مشہور کتابوں کی فہرست درج ہے: عالم عربی کا المیہ۔ المرتضیٰ۔ دریائے کابل سے دریائے یرموک تک۔ دستور حیات۔ بارہ (12) دن ریاست میسور میں۔ دعوت فکر و عمل۔ حیات عبد الحی۔ ہندوستانی مسلمان ایک تاریخی جائزہ۔ انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج و زوال کا اثر۔ کاروان مدینہ۔ کاروان زندگی۔ کاروان ایمان و عزیمت۔ مدارس اسلامیہ۔ مغرب سے کچھ صاف صاف باتیں۔ مطالعۂ قرآن کے اصول و مبادی۔ نقوش اقبال۔ نئی دنیا امریکا میں صاف صاف باتیں۔ قادیانیت تحلیل و تجزیہ۔ پرانے چراغ۔ پا جا سراغ زندگی۔ قرآنی افادات۔ سیرت رسول اکرم ﷺ۔ سوانح حضرت مولانا عبد القادر رائے پوری۔ سیرت سید احمد شہید۔ صحبتے با اہل دل۔ شرق اوسط کی ڈائری۔ طالبان علوم نبوت کا مقام۔ تاریخ دعوت و عزیمت۔ علما کا مقام اور ان کی ذمہ داریاں۔ نبی رحمت ﷺ۔ مقالات مفکر اسلام۔ مولانا الیاس اور ان کی دینی دعوت۔ اسمائے حسنی۔ اسلامیات اور مغربی مستشرقین۔

حرف و سخن
HARF-O-SUKHAN
Urdu Research Journal of PAKISTAN
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8
No.3 2024

- مسلم ممالک کا مغربی تہذیب کے مثبت پہلوؤں علمی ترقی، سائنس انداز تحقیق، جمود کی بجائے تحرک کا راستہ اختیار کرنے کے حوالے سے مسلم ممالک سے کیا رویہ ہے۔ کیا وہ مغرب کی ہر بات کو رد کر رہے ہیں یا ہر بات کو قبول کر رہے ہیں یا ان دونوں کیفیات کے درمیان میں ہیں۔
- کیا مسلمان ممالک میں لوگ مغربی تہذیب کو اپنی عملی زندگیوں میں اختیار کر کے مغرب زدہ ہو چکے ہیں۔ اگر ایسا ہوا ہے تو یہ کام کس طرح ہوا ہے۔
  - مغربی تہذیب کو عملی طور پر اختیار کرتے ہوئے مسلمان ممالک میں کیا وہی معاشرتی اور اخلاقی تبدیلیاں آئی ہیں۔
  - مسلمانوں کو مغرب کے کن کن پہلو کو اختیار کرنا چاہیے اور کن پہلوؤں سے اجتناب کرنا چاہیے۔
  - مسلمان ممالک کی دینی قیادت کو مغرب زدگی کے اثرات سے بچنے اور اپنی علمی و فکری بقا کے لئے اپنے ہاں کیا اقدامات کرنے چاہیں۔[1]

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کے تجزیہ کے بنیادی خدوخال:

انہوں نے مغربی تہذیب کی حقیقت کا تجزیہ کیا ہے کہ مستشرقین کن مقاصد کے حصول کے لئے کس حکمت عملی پر عمل پیرا ہیں۔ مغربی فکر کے اثرات کے مدمقابل حکمت عملی مرتب کرنے کے حوالے سے مولانا ابوالحسن علی ندوی کی فکر یہ ہے کہ ہم عسکری شعبے میں دشمن سے برسرپیکار ہوں، فکری شعبے میں فکری مخالفت و مزاحمت کا چیلنج درپیش ہو یا کسی اور شعبہ زندگی میں ہمیں مخالفانہ مزاحمت کا سامنا ہو، جب تک ہماری نگاہ میں اپنے فکری سرمائے، وسائل اور دشمن کی حکمت عملی کا تجزیہ اور اس کی طاقت اور اس کی حکمت عملی کا علم نہ ہو، اس وقت تک ہم اپنے وسائل اور اپنی صلاحیتوں کو درست طور پر بروئے کار نہیں لاسکتے۔ مولانا ابوالحسن علی ندوی نے مسلمانوں کی فکری بنیادوں اور فکری قوت و صلاحیت کا بھی تجزیہ کیا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ مخالفین کے مضبوط پہلوؤں اور ان کی اسلام کے خلاف حکمت عملی کا تجزیہ بھی پیش کیا ہے۔ انہوں نے مسلمانوں کو ان کی فکری بنیادوں اور صلاحیتوں سے آگاہ بھی کیا ہے اور یہ احساس بھی دلایا ہے کہ ان کی فکری و روحانی قوت میں وہ بنیاد موجود ہے جس سے وہ اپنے مخالفین کے سامنے سینہ سپر ہو کر اس پر برتری حاصل کر سکتے ہیں۔ اگر انہوں نے اپنی اس فکری اور روحانی قوت کا ادراک نہ کیا اور اس پہلو کو نظر انداز کیا تو ان کے پاس کچھ بھی نہیں بچے گا۔ روحانیت اور عقائد اسلامیہ کی فکری قوت مسلمانوں کو وسائل کی کمی کے باوجود ایک ہمت و جرات عطا کرتی ہے جس سے ان کے مخالفین خالی ہاتھ ہیں۔ اس اعتبار سے مولانا ندوی مسلمانوں کو قرآن مجید کی آیت" إِن تَكُونُوا تَأْلَمُونَ فَإِنَّهُمْ يَأْلَمُونَ كَمَا تَأْلَمُونَ وَتَرْجُونَ مِنَ اللَّهِ مَا لَا يَرْجُونَ([2])(اگر تمہیں اللہ کی راہ میں تکلیف پہنچی ہے تو تمہارے دشمنوں کو بھی ویسی ہی تکلیفیں پہنچی ہیں جیسے تمہیں پہنچی ہیں لیکن تمہارے پاس اس سے بڑھ کر یہ بات ہے کہ تم اللہ سے جو اجر کی امیدیں رکھتے ہو وہ تمہارے دشمن نہیں رکھتے)۔

مولانا ندوی کی Approach میں مذکورہ بالا پہلوؤں سے تجزیاتی انداز اختیار کیا گیا ہے انہوں نے مغربی مفکرین کی تحقیقات کے محرکات، ان کی حکمت عملی اور اس کے اثرات کے ازالہ کے لئے مسلمانوں کے لیے لائحہ عمل تجویز کیا ہے۔ ان کا تجزیہ بڑا متوازن اور حقائق کے مطابق ہوتا تھا۔

"مطالعہ استغراب کے حوالے سے مولانا ندوی لکھتے ہیں کہ کم پیش تمام مستشرقین کی تحریرات میں قرآن مجید، حدیث نبوی، فقہ اسلامی تہذیب و تاریخ کے بارے میں شکوک و شبہات اور ابہام پیدا کرنے والا مواد موجود ہوتا ہے۔ وہ مسلمہ حقائق کے بارے میں پڑھنے والے کے ذہن میں اپنے انداز تحریر کے ذریعے شکوک و خدشات پیدا کرتے ہیں اور پڑھنے والا اسلام اور اس کے مسلمات کے بارے میں بدگمان ہو جاتا ہے۔ پھر بعض اوقات نوبت

---

[1]۔ ندوی، ابوالحسن، مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش، مجلس نشریات اسلامی کراچی، ص 77

[2]۔ النساء:104

HARF-O-SUKHAN
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8
No.3 2024

اسلام سے انحراف اور انکار تک پہنچ جاتی ہے۔ ایک ایسا شخص جسے اسلامی تہذیب و تاریخ اور قرآن وحدیث کے بارے میں زیادہ علم نہیں ہوتا اسے ان سب کے بارے میں احساس کمتری پیدا ہو جاتا ہے۔"[1]

مولانا ندوی "مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش میں رقمطراز ہیں کہ "اس بات کی عرصہ سے ضرورت محسوس کی جا رہی تھی کہ اس مسئلہ کا علمی و تاریخی جائزہ لیا جائے کہ مسلم ممالک میں کہاں تک مغربی تہذیب کو اختیار کر لیا کس پہلو سے استفادہ کیا جا رہا ہے۔"

اور کس پہلو سے بچنا چاہیے۔ مولانا کا نقطہ نظر ہے کہ اس پر ایک بے لاگ مؤرخ اور ایک حقیقت پسند نظر کی حیثیت سے نظر ڈالی جائے اور افراط تفریط سے بچ کر اس کا تجزیہ کیا جائے۔ اس کے ساتھ ساتھ اس بات کا جائزہ لینے کی بھی ضرورت ہے کہ اسلامی معاشرہ کے لئے نہ صرف اسلام کے عقائد واخلاق اور نظریہ حیات کی پابندی ضروری ہے بلکہ اپنے منصب کے لحاظ سے دعوت و امامت اور احتساب کائنات (یعنی غور و فکر) بھی اس کا فریضہ ہے) ترقی کرنے اور زندگی کے رواں دواں قافلہ کے ساتھ جانے کے لئے صحیح اور معتدل راہ کیا ہے؟ مولانا لکھتے ہیں کہ مسلم ممالک خصوصاً نئے آزادی حاصل کرنے والے ممالک کو اس سلسلے میں بڑی احتیاط سے کام لینے کی ضرورت ہے کہ وہ ایک طرف مغرب کی ترقی سے استفادہ کریں اور دوسری جانب اس کے تمدنی پہلو سے اجتناب کریں۔[2]

تہذیب مغرب کے بارے میں مسلمانوں کے رویے کے حوالے سے مولانا کا نقطہ نگاہ یہ ہے کہ ہمارا مستقبل اس صورت محفوظ رہ سکتا ہے کہ تہذیب جدید کے مفید علوم اور وسائل سے ہم استفادہ کریں لیکن اس تہذیب کے منفی پہلوؤں، بے حیائی، عورت کی مادر پدر آزادی وغیرہ سے اجتناب کریں۔ ہمارے مذہب کے بارے میں ان کے رویے کو قبول نہ کریں اور ہمارے دین پر انہوں نے جن جہتوں اور گوشوں پر اعتراضات کئے ہیں ان اعتراضات کی بنیادوں کو ختم کریں مولانا اس بات پر پختہ یقین کے حامل ہیں کہ تہذیب جدید کے مفید علوم و وسائل سے اگر کوئی ملک اپنے آپ کو الگ تھلگ رکھتا ہے تو یہ صورت زیادہ دیر تک چل نہیں سکے گی اس کی وجہ مولانا ندوی کے نزدیک یہ ہے کہ مشرقی ممالک اپنے پاس روحانی قوت موجود ہونے کے باوجود عملی زندگی میں اور مادی اعتبار سے کمزور ہیں۔ مغربی تہذیب کا مقابلہ قوت ایمانی کی مضبوطی سے ہی کیا جا سکتا تھا۔ بے اعتمادی، احساس کمتری اور روحانی کمزوری کے ساتھ کوئی قوم زیادہ دنوں تک اپنی انفرادیت پر برقرار نہیں رکھ سکتی۔

" مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش میں مولانا ندوی، علامہ اسد کا ایک بیان نقل کرتے ہیں جس میں ان کا بھی یہ نقطہ نگاہ بیان کیا گیا ہے کہ مغربی تہذیب اتنے زور دار انداز سے اپنے اثرات پھیلا رہی ہے کہ اس سے اہل عرب زیادہ دیر الگ تھلگ نہ رہ سکیں گے۔[3]

اسلام کے حاملین کی صلاحیتوں (اور ان کے مقام و مرتبہ) علمیت و ذہانت کو مشکوک بناتی ہیں۔

عرب ممالک پر تہذیب مغرب کے اثرات کے اسباب کا جائزہ:

---

[1] ولیم میور، سر، روئداد مجلس دویم روؤساء ہند وعلیگڑھ، الہٰ آباد، انڈیا، 1866ء، ص 57

[2] ندوی، مولانا، مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش، ص 147

[3] مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش میں مولانا ندوی؛ علامہ اسد: یہودیت چھوڑ کو اسلام قبول کرنے والے محمد اسد (سابق نام: لیوپولڈ ویز) جولائی 1900ء میں موجودہ یوکرین کے شہر لیویو میں پیدا ہوئے جو اس وقت آسٹرو۔ ہنگرین سلطنت کا حصہ تھا۔ بیسویں صدی میں امت اسلامیہ کے علمی افق کو جن ستاروں نے تابناک کیا ان میں جرمن نو مسلم محمد اسد کو ایک منفرد مقام حاصل ہے۔ اسد کی پیدائش ایک یہودی گھرانے میں ہوئی۔ 23 سال کی عمر میں ایک نوعمر صحافی کی حیثیت سے عرب دنیا میں تین سال گزارے اور اس تاریخی علاقے کے بدلتے ہوئے حالات کی عکاسی کے ذریعے بڑا نام پایا لیکن اس سے بڑا انعام ایمان کی دولت کی بازیافت کی شکل میں ان کی زندگی کا حاصل بن گیا۔ ستمبر 1926ء میں جرمنی کے مشہور خیری برادران میں سے بڑے بھائی عبدالجبار خیری کے دست شفقت پر قبول اسلام کی بیعت کی اور پھر آخری سانس تک اللہ سے وفا کا رشتہ نبھاتے ہوئے اسلامی فکر کی تشکیل اور دعوت میں 66 سال صرف کر کے بالآخر 1992ء میں خالق حقیقی سے جا ملے۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8
No.3 2024

عرب ممالک پر مغربی تہذیب کے اثرات کے اسباب کے بارے میں مولانا رقمطراز ہیں کہ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اگر جزیرۃ العرب کو خود کفیل بنانے کی کوشش کی جاتی منصوبہ بندی تنظیم اور ملک کو تعمیری لائنوں پر ترقی دینے اور مستحکم کرنے کی مخلصانہ سعی کی جاتی تو مسلمان اس بری طرح مغرب کا دست نگر نہ بن جاتے۔ اسی طرح اگر مغربی تہذیب پر ناقدانہ اور محققانہ نظر ڈالی جاتی اور "جو چیز مفید ہے، وہ لے لی جائے اور جو غیر مفید ہے اسے ترک کر دیا جائے" کے اصول پر عمل کیا جاتا تو مغربی تہذیب سیلاب کی طرح مرکز اسلام پر امنڈ نہ آتی۔ مغربی تہذیب کے منفی اثرات سے بچنے کے لئے جس دور بینی صبر و تحمل اور غور و فکر کی ضرورت ہے، اس کی اس طبقہ میں کمی تھی جسے یہ نازک فرض انجام دینا تھا۔ "مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش" میں مغربی افکار کی یلغار، اس یلغار کے لئے اہل مغرب کی حکمت عملی، اس کے منفی اثرات اور مغربیت کے مقابلے میں مسلمانوں کی جانب سے مزاحمت اور اس کے اثرات پر تفصیل سے لکھا ہے۔ اس کتاب کے صفحہ 242 تا 275 میں مغربیت کے عالمگیر رجحان کے اسباب اور ان کا علاج" کے عنوان سے لکھا ہے اور "عالم اسلام کا مستقبل و مجتہدانہ کردار" کا ذکر آخری باب میں صفحہ 278 سے صفحہ 302 تک کیا ہے۔ اس باب میں مغربی تہذیب اور استشراقی تحریک کے مدمقابل مسلمانوں کے کرنے کے کاموں اور ہدایات کا ذکر کیا ہے۔ تاکہ وہ انکے مقابلے میں تہذیبی برتری حاصل کر سکیں۔[1]

مولانا ندوی لکھتے ہیں کہ مغربی تہذیب میں ایسے خیالات، قیاسات، افکار اور اہل مغرب کے اختیار کردہ ایسے فیصلے بھی شامل ہیں جن کے صحیح یا غلط ہونے کے بارے میں بحث و تحمیص کی گنجائش موجود ہے۔ ان میں ایسے علمی نتائج بھی ہیں جو بڑے غور و خوض اور اہل مغرب کے مطالعہ کا نچوڑ ہیں اور ایسے افکار و خیالات بھی تھے جو مغرب میں پائے جاتے ہیں، لیکن ان کے صحیح یا غلط ہونے کے بارے میں ابھی کچھ کہا نہیں جا سکتا۔ وہ غلط بھی ہو سکتے ہیں اور درست بھی۔ اور آنے والا وقت فیصلہ کرے گا کہ ان کی حیثیت کیا ہے؟ مولانا ندوی لکھتے ہیں کہ مغرب کے فکری ڈھانچہ کو تشکیل دینے میں کچھ ایسے افکار و نظریات بھی کارفرما ہیں جو مسلم بھی ہیں اور عالمگیر بھی۔ مثلاً سائنسی طریق تحقیق ScientificMethod کہ اس کا کسی قوم یا علاقے سے تعلق نہیں۔ یہ ایک انداز فکر اور انداز تحقیق کے شعبے میں کام کیا ہے، اس نے اسی انداز تحقیق کو اپنایا ہے جس کے مسلمہ حقیقت ہونے کی دلیل یہ ہے کہ جس کسی نے بھی سائنس کے ہے۔ مولانا لکھتے ہیں کہ مغربی تہذیب کو تشکیل دینے والے عناصر میں سے کچھ عناصر اور اجزاء وہ ہیں جو مغرب کے ہاں ان کیا بنے تجربات کے نتیجے میں سامنے آئے ہیں۔ مغربی ماحول اور معاشرے کا ان پر گہرا اثر تھا اور وہ ان تاریخی انقلابات اور حوادث کا نتیجہ تھے جن سے مغربی اقوام کو اپنے دائرہ عمل اور مرکز میں گزرنا پڑا۔ اسی طرح مغربی تہذیب کے اجزائے ترکیبی میں ایسے اجزاء بھی ہیں جن کا تعلق دین و عقائد سے تھا اور وہ اجزاء بھی تھے جن کا مذہب کے ساتھ بالکل کوئی تعلق نہ تھا۔[2]

مغربی تہذیب کے بارے میں ان کا خیال ہے کہ یہ تاریخ انسانی کی طاقت ور ترین اور وسیع ترین تہذیبوں میں سے ہے۔ مغربی تہذیب اپنی وسیع شکل میں عقائد و خیالات مختلف فکری نظاموں، سیاسی و اقتصادی فلسفوں، اجتماعی طبعی اور عمرانی علوم اور ان مخصوص تجربوں کا عجیب و غریب مجموعہ تھی جو مغربی اقوام کو اپنے ارتقاء کے طویل سفر کے مختلف مرحلوں میں پیش آئے تھے۔ یہ تہذیب عام طور پر علم انسانی اور خاص طور پر طبعی، میکانکی اور ریاضی علوم کی ترقی کا ایک ناگزیر مرحلہ اور مفکرین اور ماہرین طبعیات کی مسلسل کوششوں اور تجربات کا نچوڑ اور خاصہ تھا، اس اعتبار سے وہ مختلف اجزاء عناصر کا ایک ایسا مجموعہ تھا، جن کے متعلق کوئی یکساں رائے قائم نہیں کی جا سکتی تھی۔

لیکن اس نقط نگاہ کا حامل ہونے کے باوجود مولانا ندوی کے ہاں کسی طور پر بھی مغربی تہذیب سے مرعوب ہونے کا تاثر موجود نہیں ہے۔ مذکورہ بالا نقطہ نگاہ کا در حقیقت پس منظر یہ ہے کہ وہ ایک بہت بڑی حقیقت کا ادراک کروانا چاہتے ہیں کہ ہم اس نقطہ نگاہ یا خوش فہمی تلے دب نہ رہ جائیں کہ ہمارا دین

---

[1] ندوی، مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش، ص 240

[2] ندوی، ابوالحسن علی، سید، اسلامیات اور مغربی مستشرقین اور مسلمان، مجلس نشریات اسلامی کراچی، س ن، ص 138

HARF-O-SUKHAN
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8
No.3 2024

تمام ادیان سے اعلیٰ وارفع اور ہماری تہذیب تمام تہذیبوں پر فائق ہے۔ مولانا لکھتے ہیں کہ اپنے دین و تہذیب کے برتر ہونے کے احساس کے ساتھ ساتھ اتنی ہی اہم بات یہ ہے کہ ہم اپنے اوپر حملہ آور ہونے والے کی قوت اور اس کے حملہ کرنے کی شدت اور اس کے اسلحہ یعنی فکری استدلال اور خصوصاً اس فکری و تہذیبی حملہ کے دوران اس کا احساس برتری اور مسلمانوں کا شکست خوردہ ہونے کی وجہ سے ذہنی و فکری دباؤ (Depression) کا درست طور پر ادراک واندازہ بھی ہونا چاہیے۔ ورنہ مخالف کی قوت اور فکری اسلحہ کا صحیح ادراک کئے بغیر ہم خواہ کتنے ہی مضبوط ہوں، ہمیں ہزیمت کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔ مولانا چونکہ ایک حقیقی تجزیہ نگار ہیں، اس لئے وہ مغرب کے مقابلے میں مسلمانوں کی تہی دستی اور حقائق سے آنکھیں بند کر لینے کے رویے اور مغرب کے پاس موجود وسائل اور اس کے حملہ کی شدت سے مسلمانوں کو باخبر کرتے ہیں۔

مولانا ندوی مغربی تہذیب کو مؤثر اور غالب تہذیب کہتے ہیں۔ یہی بات سر سید احمد خان اور متجددین کے بہت سے دیگر سرکردہ لوگوں نے بھی کی ہے لیکن مولانا ندوی اور سری اور تجددین کی فکری زمین و آسمان کا فرق ہے۔ سر سید اور محمد دین نے اس تہذیب اور اس کی اقدار کے آگے گھٹنے ٹیک دئے اور مغربی تہذیب سے مرعوب ہو گئے۔ انہوں نے معذرت خواہانہ انداز اختیار کرتے ہوئے اسلامی اقدار کی مغربی اقدار کے ساتھ مطابقت ثابت کرنے کے لئے اسلام کی بہت سی اقدار کی ایسی تاویل گھڑ لی کہ ان اقدار کا حلیہ ہی مسخ کر دیا لیکن مولانا ندوی کے ہاں مغربی تہذیب کی بالادستی کو تسلیم کرتے ہوئے اسلامی اقدار کے حوالے سے کوئی معذرت خواہانہ اعتذاری پہلو دکھائی نہیں دیتا۔ وہ اسلامی اقدار کو اپنی اصل حالت میں جس حالت میں وہ سیرت طیبہ اور تعامل امت سے حاصل ہوتی ہیں اسی طرح بیان کرتے ہیں ان کی کوئی ایسی تاویل نہیں گھڑتے کہ اسے مغربی اقدار کے مماثل و مطابق ثابت کر سکیں بلکہ اپنی اقدار کی بالادستی و حقانیت کے پرزور داعی ہیں۔ مولانا ابوالحسن ندوی کی حیثیت ایک محقق کے ساتھ فکری اعتبار سے ملت اسلامیہ کے لئے ایک فکری طبیب کی سی ہے۔ اس اعتبار سے وہ شاہ ولی اللہ سے مماثل دکھائی دیتے ہیں کہ فکری یلغار کے موجودہ ماحول میں امت مسلمہ کو کیا لائحہ عمل اختیار کرنا ہے۔

مولانا ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں کہ میرے نزدیک مسلم ممالک کا یہ سب سے بڑا اور حقیقی مسئلہ ہے اور اسی سوال کے جواب پر (کہ مغربی تہذیب کے بارے میں یہ ممالک کیا رویہ اختیار کرتے ہیں اور اپنے معاشرے کو موجودہ زندگی سے ہم آہنگ بنانے اور زمانے کے قاہر تقاضوں سے عہدہ برآ ہونے کے لئے کون سی راہ اختیار کرتے ہیں اور اس میں کس حد تک ذہانت و جرات کا ثبوت دیتے ہیں) اس بات کا انحصار ہے کہ دنیا کے نقشے میں ان قوموں کی نوعیت کیا قرار پائی ہے اور ان ملکوں میں اسلام کا کیا مستقبل ہے۔

سیدؒ رقمطراز ہیں کہ مسلمان ممالک میں ایک ذہنی کشمکش اور شاید زیادہ صحیح الفاظ میں ایک ذہنی معرکہ بپا ہے جسے ہم اسلامی افکار اور اقدار اور مغربی افکار و اقدار کی کشمکش یا معرکہ سے تعبیر کر سکتے ہیں۔

مولانا لکھتے ہیں، میرے نزدیک یہی اس وقت مسلم ممالک کا سب سے بڑا اور حقیقی مسئلہ ہے۔ یہ مسئلہ نہ فرضی ہے نہ خیالی۔[1] ان کا خیال ہے کہ مغربی تہذیب بڑے موثر انداز سے منظم منصوبے کے تحت پھیل رہی ہے، دوسری طرف مسلم ممالک کی اندرونی کمزوریوں نے تمام مسلم ممالک کے سامنے یہ سوالیہ نشان کھڑا کر دیا ہے کہ انہوں نے مغربی تہذیب کے بارے میں کیا رویہ اختیار کرنا ہے۔ وہ اپنے معاشرے کو موجودہ زندگی سے ہم آہنگ کرنے اور موجودہ زمانے کے تقاضوں سے عہدہ برآ ہونے کے لئے کون سی راہ اختیار کرتے ہیں اور اس میں کسی قدر ذہانت و جرات کا ثبوت دیتے ہیں؟ ذہانت اس اعتبار سے کہ انہیں مغرب سے جو کچھ حاصل کرتا ہے اس کا فیصلہ ذہانت اور عقل مندی سے کریں۔ اس سے صرف اسی قدر لیں جتنا لینے کی ضرورت ہے اس سے آگے بڑھتے ہوئے مغربی تہذیب کی تقلید میں نہ لگ جائیں اور جرات اس اعتبار سے کہ مغرب سے مرعوبیت کے بغیر اس کے ساتھ تعلقات قائم رکھیں۔

---

[1] ندوی، اسلامیات اور مغربی مستشرقین اور مسلمان، ص 97

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8
No.3 2024

اس سے الگ تھلگ ہو کر مسلمان اپنے آپ کو ایک جزیرہ نہیں بنا سکتے۔ مولانا کے خیال میں مسلم ممالک کے مغربی تہذیب سے اپنے تعلق کی نوعیت پر ہی مسلم ممالک کے عالمی برادری میں مقام وکردار اوران ممالک میں اسلام کے مستقبل کا دارومدار ہے۔

امت مسلمہ کا تہذیب مغرب کے ساتھ تعلق کے حوالہ سے مولانا کا نقطہ نظر و تجزیہ

اس صورت حال میں مولانا ندوی مسلمانوں کو تہذیب مغرب کے ساتھ تعلق کے حوالے سے تجزیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ایک رویہ تو یہ ہو سکتا ہے کہ ہم مغربی تہذیب کے بارے میں منفی رویہ اختیار کریں اس سے نفرت کریں۔ اس کی کسی قدر(Value) اور کسی انداز اور کسی طور طریقے اور انداز فکر کو قبول نہ کریں۔ اس بات کی ضرورت ہی محسوس نہ کریں کہ اس کا مطالعہ کیا جائے۔ اگر اس میں کوئی مفید بات موجود ہے تو بھی اس سے استفادہ کرنے سے گریز کریں اگر اس کی کسی چیز نے استفادہ کیا تو ہم اس تہذیب کے ممون احسان ہو جائیں گے۔ اسی طرح ایک رویہ یہ ہو سکتا ہے کہ اس تہذیب کے بارے میں غیر جانبداری اختیار کر لی جائے۔ عملاً ان دونوں نقطہ ہائے نگاہ یا رویوں کا نتیجہ ایک ہی برآمد ہوتا ہے کہ مغربی تہذیب سے کسی طرح کا کوئی استفادہ نہ کیا جائے اور یہ نہ سوچا جائے کہ کیا اس میں ہمارے لئے کوئی تقلید ہے، اس سے استفادے کا کوئی پہلو موجود ہے یا نہیں۔ ان نقطہ ہائے نگاہ کے حاملین نے مغرب کی طرف سے آنے والے تمام افکار و نظریات کا بائیکاٹ کیا حتیٰ کہ مغرب کی سائنسی ترقی سائنسی طریق کار، سائنسی انداز فکر کبھی اپنانے سے گریز کیا گیا۔ یہ نقطہ نگاہ یا رویہ درحقیقت اہل مغرب جو ایک طویل عرصہ تک مسلمان ممالک پر غیر قانونی اور غیر اخلاقی طور پر قابض رہے اور انہوں نے مسلمانوں کے خلاف نہایت جابرانہ انداز سے حکومت کی اور جس طرح سے اسلام کے خلاف محاذ آرائی کی، یہ اس کا رد عمل ہی ہے جو اس حد تک انتہا پسندانہ ہو گیا کہ ہمیں اگر مغرب سے کوئی مفید بات بھی مل سکتی ہے تو ہم نہیں لیں گے۔ اس انداز اور رویے کو اس لئے بھی فروغ ملا تھا کہ مغرب والوں نے اپنی طرف سے دی جانے والی تمام سہولیات کے ساتھ اپنی تہذیب و ثقافت بھی مسلمانوں پر تھوپنے کی کوشش کی اور اس تہذیب و ثقافت کو مہلک سمجھنے والوں نے وہاں کی ہر شے سے نفرت کرنا اپنے ایمان کا حصہ سمجھ لیا۔

مولانا ابوالحسن ان دونوں روّیوں کے حق میں نہیں ہیں۔ انہوں نے یہ فیصلہ صادر ہی نہیں کیا بلکہ اس کے منفی اثرات بھی وضاحت سے بیان کئے۔ ان کے خیال میں اس موقف کا مطلب یہ ہو گا کہ عالم اسلام اپنے آپ کو زندگی کی ترقی کی دوڑ میں پیچھے چھوڑ دے، ہم انسانی زندگی کے قافلے سے الگ ہو کر بچھڑ جائیں۔ اس رویہ کو اپنانے سے اسلامی دنیا کا رابطہ باقی دنیا سے کٹ جائے گا۔ یہ چیز غیر فطری ہے کہ دنیا کے اندر بھی رہا جائے اور اپنا الگ تھلگ ایک فکری و عملی جزیرہ بنا کر اس کے اندر محدود ہو کر رہ جائیں۔ مولانا ندوی کے الفاظ میں سمندر میں بہت سے ایسے جزیرے ہو سکتے ہیں لیکن خشکی میں ایسے جزیروں کی گنجائش نہیں ہے اور فطرت انسانی سے جنگ کبھی کامیاب نہیں ہوئی۔[1]

تہذیب مغرب سے استفادہ کے نمایاں اُصول:

مولانا ندوی مسلمانوں کو مغرب کے مثبت پہلوؤں سے استفادہ اور تقلید کی حمایت کرتے ہوئے علما اور انسانی عقل اور فکر کے استعمال کو رواں دواں رکھنے کی تلقین کرتے ہیں اور ثابت کرتے ہیں کہ ہمیں عقل و فکر کو استعمال کرنے کا حکم تو اسلام نے دیا ہے۔ وہ سورہ آل عمران کی آیات 190-191 سورۃ الانفال کی آیت نمبر 60[2] اور حدیث نبوی الکلمۃ الحکمۃ ضالۃ المؤمن فحیث وجدھا فھو احق بھا ([3]) یاد دلا کر اس بات کی نشاندہی

---

[1] ندوی، اسلامیات اور مغربی مستشرقین اور مسلمان، ص110

[2] إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيَاتٍ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ؛ الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَٰذَا بَاطِلًا سُبْحَانَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ

[3] سنن ابن ماجہ، کتاب الزہد، باب الحکمہ، دار السلام للطبع والنشر، الریاض، 1999ء، حدیث 4169

حرف وسخن HARF-O-SUKHAN Urdu Research Journal of PAKISTAN
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8
No.3 2024

کرتے ہیں کہ حکمت تو مومن کی گم شدہ چیز ہے۔ مولانا کی اس ساری تنقید کا مقصد محض تنقید نہیں بلکہ خصوصاً ان مسلمانوں کو سمجھانا مقصد ہے جو اندھا دھند اس کی تقلید میں اپنی بقاء سمجھ رہے ہیں۔ وہ مسلمانوں کے اندر سے مغربی تہذیب کا رعب و دبدبہ نکالنا چاہتے ہیں۔ وہ مشرق و مغرب کے درمیان خلیج کو پاٹنے کی ان معنوں میں کوشش کرتے ہیں کہ مسلمان اس تہذیب کے اس حصہ سے استفادہ کریں جس میں کوئی مثبت بات موجود ہے۔ اس کتاب میں انہوں نے ایک مصلح کے طوپر مسلمانوں کو اعتدال کی راہ بتلائی ہے۔[1]

مولانا ندوی نے استغرابی تحریک کا تجزیاتی مطالعہ کرتے ہوئے اس کا بنیادی مقصد یہ بیان کیا ہے کہ مستشرقین مسلمانوں کو مشورہ دیتے ہیں کہ وہ اسلام کا ایک نیا ایڈیشن تیار کریں۔ انہوں نے مسلمانوں میں سے بھی اپنا ہم نوا گروہ پیدا کر لیا جو ان کے نظریات مسلمانوں میں قابل قبول بنانے کے لئے کام کرتا ہے۔ مولانا لکھتے ہیں کہ اس نصف صدی کے اندر عالم اسلام میں اصلاح و ترقی (یعنی مستشرقین کے مقاصد کی تکمیل کرتے ہوئے تجدد و مغربیت) کے جتنے علمبر دار پیدا ہوئے ان، خیالات، اعلانات اور ان کے طریقہ کار میں مستشرقین کی اس دعوت و تلقین کا عکس صاف نظر آئے گا یہاں تک کہ مستشرقین کے ان خیالات کو ان معلمین و زعماء کے فکر و عمل کی اساس قرار دیا جاسکتا ہے اور اس کو ان کا مشترک منشور یعنی (Manifesto) کیا جا سکتا ہے۔ مستشرقین اسلام اقدار کی تحقیر اور مغربی اقدار کی اسلامی اقدار پر فوقیت ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان مقاصد کے لئے وہ اسلامی اصولوں اور تعلیمات کی تحقیر کی کوششیں کرتے ہیں۔ ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ مسلمانوں کا رابطہ اول تو اسلام سے کٹ جائے یا کم ہے کہ اول از کم کمزور پڑ جائے۔ ان کے ذہن میں اسلام کے بارے میں شکوک و شبہات پیدا ہو جائیں۔ اس کے ان کے ذہن میں یہ شک پیدا ہو جائے کہ اسلام موجودہ زمانے کی زندگی کے تقاضوں کو پورا کرنے سے قاصر ہے۔ یہ بات مستشرقین کا بغض ہی ہے کہ وہ اسلام کو تو فرسودہ قرار دیتے ہیں اسلام کو فرسودہ کہتے ہیں لیکن قدیم مردہ تہذیبوں اور زبانوں کے احیاء کے لئے کوشاں ہیں۔ مولانا لکھتے ہیں: انہوں نے قدیم ترین تہذیبوں اور زبانوں کے احیاء کی دعوت دی جو اپنی زندگی کی صلاحیت اور ہر طرح کی افادیت کھو کر ماضی کے ملبہ میں دفن ہو چکی ہیں اور جن کے احیاء کا مقصد مسلم معاشرہ میں انتشار پیدا کرنے اور اسلامی وحدت کو پارہ پارہ کرنے، اسلامی تہذیب اور عربی زبان کو نقصان پہنچانے اور جاہلیت قدیمہ کو زندہ کرنے کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا۔ لیکن اسلام کو جس کے بارے میں نشرقین ہی کے بڑے سنجیدہ لوگوں کی رائے ہے کہ اس نے تہذیب انسانی کے ارتقا اور عقلی علوم کے فروغ میں بنیادی کردار ادا کیا ہے، اسے فرسودہ مذہب قرار دیتے ہیں۔ مولانا ندوی تحریک استشراق کے اس مہلک حربے کا بھی ذکر کرتے ہیں کہ انہوں نے قرآنی عربی کی بجائے عالمی اور مقامی زبانوں کو رواج دینے کی حوصلہ افزائی کی۔ اس کے لئے اسلامی ممالک میں انہوں نے اپنے ہم نوا پیدا کئے جنہوں نے اس نقطہ نگاہ کا پرچار کیا کہ مقامی عربی کو رواج دیا جائے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ قرآن کی زبان جو سب دنیا کے مسلمانوں کی زبان اور وحدت کی علامت تھی، اس کی بجائے گردہی زبانوں کو رواج دے کر وحدت کو ختم کر دیا۔ مزید یہ کہ مسلمانوں کا تعلق نہ صرف قرآن سے کٹ گیا بلکہ جتنا بھی دینی لٹریچر متحدہ عربی زبان میں تھا، لوگ اس سے الگ ہو گئے۔ وہ سارا دینی لٹریچر ان لوگوں کے لئے اجنبی بن گیا۔ عرب ہونے کے باوجود عربی ان کے لئے اجنبی بن گئی۔ گویا قرآن کی بین الاقوامیت کی ایک بنیاد کو ختم کر دیا گیا۔ مستشرقین نے عربی رسم الخط کی بجائے لاطینی رسم الخط اختیار کرنے کی حوصلہ افزائی کی۔ اس کے فوائد و فضائل بیان گئے۔ مولانا لکھتے ہیں کہ مستشرقین کے مقاصد بڑ دو درس تھے۔ وہ اہل مغرب کی کاوشوں کے اثرات کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

(1) ان کی تصانیف اسلام کی بنیادوں پر تیشہ چلاتی ہیں۔

(ii) اسلامیات کے سرچشموں (قرآن، حدیث، فقہ) کو مشکوک قرار دیتی ہیں۔

---

[1] مولانا ندوی کی کتاب "مغرب سے کچھ صاف صاف باتیں" بنیادی طور پر مولانا کے ان خطبات اور مقالات پر مشتمل ہے جو انہوں نے یورپ اور ہندوستان کے مختلف مقامات پر دیے۔ ان خطبات میں بڑے استدلال و شواہد کے ساتھ کسی ابہام کے بغیر مغربی تہذیب پر تنقید کی اور اس کے منفی اور کمزور پہلوؤں کی نشاندہی کی۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8
No.3 2024

(iii)مسلم معاشرہ میں سخت ذہنی انتشار اور تشکک پھیلاتی ہیں۔

(iv)اسلام کے حاملین کی صلاحیتوں (اور ان کے مقام و مرتبہ) علمیت و ذہانت کو مشکوک بناتی ہیں۔

(ے)ان میں فاحش علمی غلطیاں مضحکہ خیز غلط فہمیاں، زبان و قواعد سے ناواقف اور بعض اوقات کھلی تحریفات کی ان میں بھر مار ہے۔

مولانا ندوی کی آراء: مطالعہ مغرب کے لیے مختلف طریقہ کار کا تعین:

مطالعہ مغرب کے حوالے سے مولانا ندوی مسلمانوں کو یہ مشورہ دیتے ہیں کہ مستشرقین نے متعدد داخلی و خارجی معاون محرکات کی بناء پر مسلمانوں کے ہاں اپنا ایک علمی رعب و دبدبہ قائم کر رکھا ہے۔ پڑھے لکھے مسلمان ذہنوں میں مستشرقین کی اسلامی موضوعات پر کتابوں، ان کے طریق تحقیق اور ان کے تحقیقی حاصلات سے خاصی حد تک مرعوب ہیں اور دوسری طرف یہ مسلمان خود اپنے معیار تحقیق سے مطمئن نہیں ہیں۔ مستشرقین کی تحقیقات میں مسلمانوں کو مرعوب کرنے والے داخلی و خارجی عوامل میں سے ایک پہلو یہ ہے کہ مسلمان ویسے ہی مغرب سے مرعوب ہیں اور مغرب سے آئی ہوئی ہر بات، ہر اسلوب، ہر انداز اور انداز استدلال سے مرعوب ہو جاتے ہیں۔ اسی مرعوبیت میں وہ ان کی ہر بات کی تعریف کرتے ہوئے اسے قبول کرتے جاتے ہیں۔ مستشرقین کی تحقیق سے مرعوب ہونے کا ایک محرک یہ ہے کہ یہ لوگ اپنی تحقیقات اور تحقیق کے اسلوب کا اس موثر انداز سے پرچار کرتے ہیں، اپنی تحقیقات کی عالمی سطح پر اس طرح اشاعت کرتے ہیں کہ ہم مرعوب ہو جاتے ہیں کہ اس قدر وسیع عالم گیر سطح پر جو کتابیں پڑھی جاتی ہیں، ان کا لازماً کوئی نہ کوئی علمی و تحقیقی مقام ہو گا۔ مولانا ندوی نے اس مرعوبیت کی دلیل کے طور پر بیان کیا ہے کہ اسلامی موضوعات پر ہم آج بھی مستشرقین ہی کی کتابوں کو سند کا مقام دیتے ہیں۔ انہوں نے اس کی مثالیں دی ہیں کہ نکلسن کی A Literary History of the Arabs، پروفیسر ہٹی (K.Hitti)[1] کی کتاب The History of Arabs، تاریخ ادبیات اسلامیہ پر بروکلمان Carl راق کے حوالے سے مولانا ندوی مسلمانوں کو یہ مشورہ دیتے ہیں کہ مستشرقین نے متعدد داخلی و خارجی معاون محرکات کی (Brochelmann کی The History of Arabic Literature اور اسلامی قانون پر جوزف شاخت (Schacht) کی کتاب The Origin of Mohammadan Jurisprudence کو ہمارے علمی حلقوں اور یونیورسٹیوں میں حوالہ اور سند کی حیثیت حاصل ہے۔ اسی طرح مغربی دوائر المعارف (Encyclopedia) کو بھی معتبر سمجھا جاتا ہے اور ان دوائر المعارف کو پاکستان میں اردو میں منتقل کیا جا رہا ہے۔ انسائکلوپیڈیا آف اسلام لائیڈن کا ترجمہ پنجاب یونیورسٹی سے ہوا ہے۔

مولانا ندوی اہل مغرب کے اثرات کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ ہم علم، معیار زندگی یہاں تک کہ دینی نظریات اور دین سے متعلق تحقیقات میں بھی مغربی یونیورسٹیوں کی تحقیقات پر نہ صرف بھروسہ کرتے، انہیں سند سمجھتے بلکہ ان کے معیار تحقیق اور تحقیقی ثمرات سے مرعوب بھی ہیں۔ ان کی تحقیقات اور تحقیقی نتائج کو حرف آخر سمجھا جاتا ہے۔ اس صورت حال کا نتیجہ یوں بر آمد ہوتا ہے کہ مسلمان اپنے ماضی کے کارناموں، تاریخ میں اپنے کردار، تہذیب اور علوم کے ارتقاء میں اپنے حصہ کے بارے میں جاننے کے لئے ان نتائج کو ماننے پر مجبور ہیں جو مغرب نے نکالے ہیں۔ وہ نتائج یہی ہیں کہ اسلام اب فرسودہ ہو چکا، بدلتے ہوئے حالات کا یہ مقابلہ نہیں کر سکتا۔ تاریخ میں مسلمانوں کا کردار صرف لڑائی جھگڑا اور عیاشی اور علم دشمنی تک محدود رہا ہے، مسلمان سائنسی علوم میں اہل یونان کے مقلد محض ہیں وغیرہ۔ یہ نتائج مسلمانوں میں احساس کمتری اور مذہب سے نفرت کے سوا کیا چیز پیدا کر سکتے ہیں۔ مولانا ندوی مسلمانوں کو ہدایت کرتے ہیں کہ مستشرقین کے اس علمی رعب اور اس رعب پر اثر وہ جو فکر مسلمانوں کے ذہنوں کو منتقل کرتے ہیں، اس سے نکلنے کی ایک ہی راہ ہے کہ مستشرقین کی کتابوں میں پائے جانے والی ان خصوصیات کو ملحوظ رکھتے ہوئے جن خصوصیات کی بناء پر ان کتابوں کو پسند کیا جاتا ہے مسلمان بھی اسی پائے اور معیار کی کتابیں لکھیں۔ ان کی پیش کردہ معلومات و تحقیقات کو مستند، صحت مند اسلامی مآخذ و مصادر کی روشنی میں پیش کریں۔ ان میں اسلامی

---

[1] ڈاکٹر فلپ کے ہٹی، اسلام اور مغرب، پرنٹنگ پریس، امریکہ، ۱۹۶۲ء

حرف و سخن
HARF-O-SUKHAN
Urdu Research Journal of PAKISTAN
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8
No.3 2024

نقطہ نگاہ مستشرقین کے بیان کردہ منفی اور تنقیصی نقطہ نگاہ سے زیادہ موثر طور پر پیش کریں ۔ یہ ایسی تصانیف ہوں جو اپنی تحقیقات کی اصلیت (Originality)، مطالعہ کی وسعت، نظر کی گہرائی، ماخذ کے مستند و معتبر ہونے اور محکم استدلال میں مستشرقین کی کتابوں سے کہیں زیادہ مستند و معتبر ہوں۔ ان کتابوں میں وہ تمام خوبیاں موجود ہوں جن کی بناء پر مستشرقین کی کتابوں کو پسند کیا جاتا ہے اور یہ ان تمام عیوب اور منفی پہلوؤں سے پاک ہوں جو مستشرقین اپنے مخصوص عزائم کے حصول کے لئے اپنی کتابوں میں سمو دیتے ہیں۔ دوسری طرف مستشرقین کی کتابوں کا علمی محاسبہ کیا جائے۔ حقائق اور اپنے اختراع کردہ مخصوص انداز اور مخصوص ماخذ سے گھڑی ہوئی باتوں کو خلط ملط کرنے کی کاروائی اور عمل کو بے نقاب کریں۔ انہیں متن کے سمجھنے میں دانستہ یا نادانستہ غلطیاں لگی ہیں، ان کو منظر عام پر بھی لایا جائے، غلطیوں سے جو اثرات منظر عام پر بھی لایا سے مرتب ہوئے، جو حقائق مسخ ہوئے، حقائق کو مسخ کر کے انہوں نے اپنے مخصوص افکار کو ثابت کرنے کی جو کوششیں کیں، انہیں واضح کر کے ان کی تحقیقات کی وقعت اور حیثیت کو منظر عام پر لایا جائے ۔ ان کے کمزور ماخذ کی نشاندہی کی جائے۔ مولانا ندوی اس سلسلے میں لکھتے ہیں ان کی دعوت و تلقین میں ان کی جو بدنیتی، مذہبی اغراض اور سیاسی مقاصد شامل ہیں، انہیں طشت

از بام کیا جائے اور بتایا جائے کہ یہ اسلام اور ملت اسلامیہ کے خلاف کیسی گہری اور خطرناک سازش ہے۔ مطالعہ استشراق کے حوالے سے مولانا ندوی بڑا واضح نقطہ نگاہ رکھتے ہیں کہ مغربی مصنفین کی کتابوں کے ذریعے پھیلائے گئے فکری زہر کو محض اس عمل سے زائل نہیں کیا جاسکتا کہ ہم خود ایسی کتابیں ہیں جن میں ان کے پھیلائے ہوئے افکار کو صحیح اسلامی تناظر اور حقائق و دلائل کی روشنی میں درست شکل میں پیش کریں بلکہ وہ تو اس سے آگے مستشرقین کے علمی محاسبے پر زور دیتے ہیں۔ احقاق حقائق کے لیے کئے گئے کام کو وہ ایجابی کام کہتے ہیں اور علمی محاسبے کو سلبی و جوابی قرار دیتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ اس محاسبے کے بغیر استشراقی لٹریچر کے زہر سے ان مسلمان طلبہ کو جو یورپ کی یونیورسٹیوں میں زیر تعلیم ہیں یا ملکی یونیورسٹیوں سے تعلیم حاصل کر رہے ہیں، بچایا نہیں جاسکتا۔ جو مسلمان طلبہ یہ زہر آلود لٹریچر پڑھتے ہیں، ان کا اس سے متاثر ہونا یقینی امر ہے۔ مولانا فرماتے ہیں جب تک مسلمان طلبہ اس اثر سے آزاد نہ ہوں، اسلامی ممالک برابر فکری انتشار اور دینی ارتداد کے خطرہ سے دوچار رہیں گے۔ یہی طلبہ آگے چل کر اسلامی ممالک میں اقتدار میں آئیں گے یا انہیں کسی اسلامی ملک میں کوئی اختیار دیا جاتا ہے تو وہ اپنے افکار و نظریات کی روشنی میں سوچتے ہوئے وہی عملی راہ اختیار کریں گے جو انہوں نے اسلام کے بارے میں ان استشراقی کتابوں سے سیکھا ہے۔ یعنی وہ اسی نظریے کے حامل رہیں گے کہ اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے کا مطلب ہے کہ لوگوں کو پتھر کے زمانے کی طرف دھکیل دیا جائے اور اسلام ایک فرسودہ مذہب ہے اسلام کی ترقی کی راہ میں حدیث حائل ہے۔ عورت کی آزادی اور دائرہ کار کے اعتبار سے وہ مغربی فکر کے حامل ہوں گے۔ وہ اس نقطہ نگاہ کے حامل ہوں گے کہ مذہب کے نام ریاست کا قیام ایک ناممکن کام ہے۔ ان کو سوچ پر مادہ پستی کی حکمرانی ہو گی۔

اہل مغرب کے اعتراضات والزامات کا جواب دینے کے اعتبار سے اگر مولانا ندوی اور ڈاکٹر حمید اللہ کے اسلوب کا تقابل کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ مولانا ندوی کے رویہ میں قدرے فرق ہے۔ ڈاکٹر حمید اللہ کس کا نام لے کر اس کی فکر کی مذمت کرنے کو زیادہ مناسب نہیں سمجھتے جب کہ مولانا ندوی کی تحریرات میں علمی وفکری محاہے اور مستشرقین کی فکر میں زہر کی موجودگی اور یہ کہ ہر مستشرق اپنی فکر میں زہر کی ایک مخصوص مقدار رکھتا ہے" کے الفاظ موجود ہیں۔ مولانا ندوی نے استشراقی اثرات ختم کرنے کے لئے بڑی موثر تجاویز بھی دی ہیں۔ ان میں ہدایت یہ ہے کہ اہل مغرب کے ماہرین کی جانب سے مسلمانوں کو ان کے دین سے بدگمان کرنے کے لئے یہ شوشا چھوڑا جاتا ہے کہ اسلام ایک پرانا مذہب ہے۔ زمانے کے مسائل اور تقاضے بدل چکے ہیں، اس لئے اسلام ان تقاضوں کا ساتھ نہیں دے سکتا۔ چنانچہ بہت سے مسلمان اس پروپیگنڈہ کی زد میں آجاتے ہیں۔ مولانا ندوی فرماتے ہیں کہ اسلام سے برگشتہ کرنے کی اس بنیاد کو ختم کرنے اور اسلام سے مسلمانوں کے تعلق کو محض نماز روزے اور چند عقائد تک محدود ہو جانے کے پروپیگنڈہ کو ختم کرنے کے لئے مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ جدید سائنسی، معاشرتی، معاشی اور سیاسی تقاضوں اور مسائل کے حل میں اسلام اور جدید مسائل کو ساتھ ساتھ چلانے کے لئے

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8
No.3 2024

اجتہاد کریں۔ اس سلسلے میں علامہ محمد اقبال کی فکر و تشریح سے مدد لی جائے۔ ان کا خیال ہے کہ اس کام کے لئے مطلوبہ صلاحیتوں کے حامل علماء اگرچہ خال خال ہوں گے لیکن ایسے لوگ میسر آسکتے ہیں جو دینی حقائق کی ابدیت، زندگی کی صلاحیت علمی تنقیدوں اور ماہرانہ تحلیل و تجزیہ سے تہذیب جدید کے طلسم کو توڑ سکیں۔

مغربی تہذیب کے پھیلائے ہوئے اس زہر (مسلمانوں کو ان کے دین سے برگشتہ کر کے ان کا دین سے تعلق توڑ دیا جائے) کو زائل کرنے کے حوالے سے مولانا ندوی مایوس نہیں ہیں بلکہ فرماتے ہیں: "جدید تعلیم یافتہ طبقہ جو مخصوص حالات کی وجہ سے مغربی افکار سے متاثر ہوا ہے، اپنی فہم و فراست کی صلاحیت کی سلامتی کی وجہ سے قبول حق کی استعداد و صلاحیت سے محروم نہیں۔ اگر اس طبقہ کے ذہن میں گردش کرنے والے سوالات و اشکالات کے حوالے سے مطمئن کر دیا جائے تو یہ اپنے قوت فیصلہ، قوت عمل اور حقیقت کو تسلیم کر لینے کے حوالے سے دوسرے لوگوں سے ممتاز ہے۔ فہم و فراست سے بہرہ ور یہ طبقہ جب کسی بات کو درست سمجھ لیتا ہے تو پھر اس کے لئے قربانی دینے اور سرگرمی دکھانے میں کوئی کوتاہی نہیں کرتا۔ ان لوگوں کے دلوں میں اسلام کے لئے سچا عشق موجود ہے۔" مولانا نے ایسی شخصیات کی مثال میں مفتی عبدہ، جمال الدین افغانی اور حسن البناء کے نام دئے ہیں۔ اس طرح ہندوستان میں تحریک خلافت سے لے کر اب تک بڑے مخلص کارکن مختلف تحریکات کو میسر آئے۔ اب بھی اگر دین کے داعی بے لوث اور مخلصانہ طریقے پر اس طبقہ کے نوجوانوں کو دین سے مانوس کرنے کی کوشش کریں، ان کے ذہنوں کی شکنوں کو دور کریں جو مغرب کے مخصوص مزاج کی تعلیم نے ڈال دی ہیں اور ان کے اندر ایمان کی اس چنگاری کو جو ابھی ان میں موجود ہے اسے متحرک کرنے میں کامیاب ہو جائیں۔ تو بہت سے مفید نتائج نکل سکتے ہیں۔

امت مسلمہ کے فکری، تہذیبی و علمی غلبہ کے لیے مولانا ندویؒ کی پیش کردہ تجاویز و آراء:

مولانا ندوی کے ایک دردمند انسان کی طرح امت مسلمہ کے فکری و علمی غلبہ کے لیے اپنی کتب و مقالات میں آراء و تجاویز پیش کی ہیں۔ جن کا احصاء ان سطور میں کیا جارہا ہے۔

مولانا ندوی دعوت دین کا کام کرنے والے لوگوں کو خصوصی طور پر اس طرف توجہ دینے کی تلقین کرتے ہیں کہ ان ہی کی عدم توجہی کی وجہ سے یہ نوبت آئی ہے کہ نوجوانوں میں بددلی پیدا ہوئی ہے اگر یہ حضرات اس طبقہ پر اپنی توجہ مرکوز کریں تو عالم اسلام میں ارتداد کا جو خطرہ پیدا ہوا ہے اسے روکا جاسکتا ہے۔

1. مولانا ندوی نے تحریک استغراب اور تہذیب مغرب کے مقابلے میں مسلمانوں کو لائحہ عمل دیتے ہیں کہ امت مسلمہ اپنے منصب کا ادراک کرے۔ وہ امت مسلمہ کو سمجھاتے ہیں کہ وہ دعوت والی امت ہے۔ اس سلسلے میں وہ قرآن حکیم کی آیات کی روشنی میں واضح کرتے ہیں کہ یہ امت "خیر امت ہے جس کا مقصد تخلیق دنیا کو خیر کی راہ پر چلاتا ہے۔ مغرب کے مادی افکار اور تہذیب مغرب کے مادی رجحانات اور مادی ترقی سے مرعوب ہو کر مغرب زدہ ہو جانے والے نوجوانوں کو احساس دلاتے ہیں کہ اسلام دنیا ہی کو آخری مقصد قرار نہیں دیتا بلکہ آخرت کی مسئولیت بھی مسلمان کے سامنے ہونی چاہیے۔ وہ مسلمانوں کو یہ باور کرواتے ہیں کہ ان کی بقاء اسی میں ہے کہ وہ سائنسی اور مادی ترقی اور علوم وفنون میں مغرب سے استفادہ کریں۔ وہ امت مسلمہ کو بہت سے شرعی دلائل کے ساتھ باور کرداتے ہیں کہ اسلام تسخیر کائنات کا حکم دیتا ہے۔ اسی طرح اللہ کی دی ہوئی نعمتوں سے استفادہ کرنے کا حکم بھی دیا گیا ہے۔ گویا اگر مسلمان مغرب کی مادی ترقی سے استفادہ کرتے ہیں تو کسی صورت بھی مذہب اس میں حائل نہیں ہوتا۔ اس کے برعکس اگر وہ مغرب کی مادی ترقی سے استفادہ کرتے ہیں تو وہ انسانی زندگی کے ارتقاء کا بھی ساتھ دے سکیں گے۔
2. مولانا ندوی، علامہ اسد کی کتاب Road to Makkah کا ایک اقتباس پیش فرماتے ہیں کہ اگر مسلمان جیسا کہ ان پر واجب ہے صنعتی علوم وفنون کے نئے ذرائع اپناتے ہیں تو وہ صرف ارتقاء و ترقی کی فطری خواہش اور جذبہ سے کرتے ہیں۔ مولانا ندویؒ اس بات کی بھی وضاحت کرتے

ہیں کہ اگر ہم مغرب کی سائنسی اور مادی ترقی سے استفادہ کرتے ہیں تو اسے تقلید نہیں کہا جائے گا، بلکہ یہ ایک فطری عمل ہے کہ ایک تہذیب اپنے سے پہلے علمی و ثقافتی ورثہ سے استفادہ کرتی ہے۔ مسلم ممالک میں اسلامیت و مغربیت کی کشمکش کے صفحہ 277 سے 316 تک انہوں نے بڑے موثر انداز سے ملت اسلامیہ کو لائل کے ساتھ یہ بات سمجھائی ہے کہ انہیں ہر صورت مغرب کی مادی ترقی سے استفادہ کرنا چاہیے۔ اس سے مسلمانوں کی مجموعی زندگی میں تحرک پیدا ہوگا۔ یہ تحرک ایک طرح سے وقت کی ضرورت بھی ہے اور دینی اعتبار سے تقاضا بھی ہے کہ اسلام جمود کو پسند نہیں کرتا اس اعتبار سے بھی ضروری ہے کہ مسلمانوں کو الزام دیا جا رہا ہے کہ ان کا دین پرانا ہو چکا ہے۔ ترقی کی راہ پر گامزن ہونے سے یہ الزام بھی غلط ثابت ہو جائے گا۔ ہمارے موضوع زیر نظر کے حوالے سے ہر چیز خلیق نظامی نے کچھ نکات بیان کئے ہیں کہ ہمیں موجودہ حالات میں کیا کرنا چاہیے۔ ان کی تجاویز یہ ہیں۔

3. علوم اسلامیہ میں تحقیق کے لئے اعلیٰ درجہ کے مراکز قائم کئے جائیں۔ تمام دنیا سے اسلام علوم و فنون کے ماخذ ان مراکز میں جمع کئے جائیں۔ جس طرح مولانا عبدائی نے الثقافة الاسلامية في الهند میں ہندوستان کے ثقافتی ذخیرے کو مع کیا۔ بروکلمان کے کام کو بھی سامنے رکھا جاسکتا ہے۔ اور ڈاکٹر فواد سیز گین نے اس مشن کو کیسے آگے بڑھایا اور استفادہ کے کیا اصول وضع کیے اور تاریخ تہذیب میں بلند مقام کیسے حاصل کیا جا سکتا ہے۔

4. امت مسلمہ کو اہل مغرب کے موقف کے رد کے لئے بہت سے ایسے مآخذ کی ضرورت ہوگی جو اس وقت مغربی ممالک کے قبضہ میں ہیں اور مسلم ممالک پر استعماری قبضہ کے دوران انہوں نے یہ کتابیں مغرب میں منتقل کر لی تھیں۔ ان ماخذ تک رسائی اہل مغرب کو تو ہے لیکن مسلمانوں کے لئے ایسا ممکن نہیں ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ کسی نہ کسی طور پر ان ماخذ تک رسائی کی صورت پیدا کی جائے۔ پہلے تو اس طرح کے مسروقہ ماخذ کا کھوج لگایا جائے کہ یہ کس کس ملک کے قبضہ میں ہیں۔ اس کے بعد ان ماخذ تک رسائی کے لئے خواہ ان ممالک کے ساتھ معاہدے کیے جائیں یا کوئی اور شکل پیدا کی جائے۔ خود مسلمانوں کے پاس مختلف کتب خانوں میں یہ کتب محض ماضی کی یادگار کے طور پر پڑی ہیں، انہیں شائع کیا جائے۔ تمام عالم اسلام تک نیٹ کے ذریعے ان مآخذ کی تشہیر کی جائے۔ ہر شخص کی رسائی ان ماخذ تک ہو تا کہ تحقیق کے دروازے کھلیں۔ اس بات کو کلیدی حیثیت حاصل ہے کہ اہل مغرب کے اعتراضات کے جواب کے لئے کیا اسلوب اختیار کیا جائے۔ الزامی انداز اپنایا جائے یا جارحانہ رویہ اختیار کیا جائے۔ پروفیسر خلیق نظامی لکھتے ہیں: "سرسید یورپ کی تقلید میں پیش پیش تھے، لیکن انہوں نے مستشرقین کے خلاف آواز اٹھانے میں بے پناہ عزم، غیر معمولی جرات اور حیرت انگیز عملی تجر کا ثبوت دیا اور خود مستشرقین کے وضع کردہ ہتھیار ان کے خلاف استعمال کیا۔ مزید لکھتے ہیں: آج سائنس کے انقلابی انکشافات اور ترقیوں نے زمان و مکان کی پہنائیاں ختم کر دی ہیں اور فکر و نظر کے نئے سانچے وجود میں آ رہے ہیں۔ بعض کام جدید سائنسی نظریات و تجربات سے باخبر ہوئے بغیر انجام نہیں دیے جاسکتے۔ اس سلسلے میں علامہ اقبال نے کہا تھا: اسلامی ثقافت کے مورخ کی مشکل زیادہ تر اس سبب سے ہے کہ عربی کے ایسے علماء تقریباً مفقود ہیں جو سائنس کے مخصوص شعبہ جات کے تربیت یافتہ ہوں۔ پروفیسر خلیق نظامی کا خیال ہے کہ بعض دینی علوم کا نئے انداز سے مطالعہ ضروری ہو گیا ہے۔ قرآن کے Semantic مطالعہ IZUTSU کے ہاتھ سے لے کر آگے بڑھاتا ہے۔ علامہ اقبال نے ایک طویل عرصہ قبل فرمایا تھا کہ فقہ اسلامی و عصر حاضر کے تحقیقی اصول و مزاج کے مطابق پیش کرنا چاہیے اور اس کام کو اب زیادہ عرصہ کے لئے ملتوی نہیں کیا جاسکتا۔ علامہ اسد کا نقطہ نگاہ بھی یہی ہے کہ اس میں کوئی شک کی بات نہیں کہ ہمارے اسلاف نے اسلامی قانون کے شعبے میں بڑا گراں مایہ کام کیا ہے۔ اب اس بات کی ضرورت ہے کہ اس سرمایہ کو جدید مسائل اور ضروریات کے مطابق منطبق کیا جائے۔ علامہ اقبال کا تو نقطہ نگاہ ہی یہ ہے کہ آج کے دور کا مجدد وہ ہو گا۔ یہ کام اس لئے ضروری ہے کہ مستشرقین مسلمانوں کو مشورہ دے رہے ہیں کہ ان کا دین پرانا ہو چکا ہے، سائنس اور ٹیکنالوجی اور دیگر علوم کی بے تحاشہ ترقی نے نئے مسائل پیدا کر دیے

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8
No.3 2024

ہیں۔ اہل مغرب بڑے موثر دلائل سے اپنے طور پر یہ ثابت کرتے ہیں کہ مسلمانوں کے علمی و دینی ماخذ میں بیان شدہ باتیں ترمیم واصلاح طلب ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ یہ تجدیدی کام اسلامی نصوص کی الفاظ اور روح کے ساتھ پابندی کرتے ہوئے اجتہاد کے مسلمہ اصولوں کے مطابق تشریح و تعبیر دین کا کام کرنا ہو گا۔ تعبیر و تشریح دین کا کام مغرب کے تجویز کردہ خطوط پر ہرگز نہیں ہو گا۔ لیکن جب مسلمان ایسا نہیں کر رہے تو مسلمان نوجوانوں کو اس سلسلے میں احساس کمتری ہوتا ہے کہ موجودہ زمانے میں ترقی وارتقاء کی دوڑ میں ان کا کوئی کردار نہیں ہے۔ چنانچہ اپنے اس احساس کمتری کو منانے کے لئے دین سے فرار اور انحراف بلکہ ایک طرح سے بغاوت کرتے ہوئے اس طرح کے مسلمان بن گئے ہیں جن کی خواہش لارڈ میکالے نے 1860ء میں اپنے نصاب تعلیم کی تشکیل کے وقت کیا تھا اور کہا تھا کہ میں نے اپنا نصاب تعلیم تیار کر لیا ہے جسے پڑھ کر مسلمان اگر عیسائی نہیں بنیں گے تو کم از کم مسلمان بھی نہیں رہیں گے۔ مسلمانوں کے اس فکری ارتداد کو روکنا ہے تو دین کی نئی تشریح تعبیر کا کام کرنا پڑے گا۔

5. اسلامی تاریخ، مذہب اور تمدن کے متعلق ایسے دائرۃ المعارف (Encyclopedic) نوعیت کی کتابیں تیار کی جانی چاہیں جن کی معلومات معتبر اور نقطہ نگاہ معروضی ہو اور جن سے ان تمام غلط نظریات کی اصلاح ہو سکے جو مختلف طریقوں سے پھیلائے گئے ہیں لیکن ایک بنیادی سوال یہ ہے کہ مستشرقین کے رد میں کتابوں کی شاید اس وقت کمی نہ ہو، اصل اور حقیقی ضرورت اس بات کی ہے کہ مستشرقین کو ان کا جواب ان کے اسلوب زبان، اسلوب استدلال، اسلوب بیان میں بات کی جائے۔ اگر ایک مستشرق تاریخی شواہد کو اپنے مخصوص مقصد کی تائید کے لئے مخصوص انداز سے ترتیب دے کر، ان سے مخصوص نقشہ بنا کر مخصوص تناظر میں بات کرتا ہے تو ہمیں بھی تاریخی مناظر کو ہی حقیقی اور حقیقت حال کے مطابق ترتیب دے کر اس کے محاورے میں جواب دینا ہو گا۔ اگر ایک مستشرق نفسیات کو بنیاد بنا کر اپنے مطلب کے دلائل مرتب کرتا ہے تو ہمیں بھی نفسیات ہی سے اپنے سامع کو قائل کرنا ہو گا۔ پہلے ان پر واضح کرتا ہو گا کہ ان کا استدلال جن بنیادوں اور مسلمات پر تشکیل دیا گیا ہے، ان مسلمات کی حقیقت کیا ہے۔ وہ مسلمات ہی کمزور ہیں کوئی عمارت جن ستونوں پر کھڑی ہے۔ اس وقت صورت حال یہ ہے کہ اہل مغرب نے جو انسائیکلوپیڈیا آف اسلام مرتب کیا ہے، مسلمان ممالک اس کے گرد گردش کر رہے ہیں۔ اس کا ترجمہ کیا گیا ہے۔ اس کے وہ پہلو جو مسلمانوں کے عقائد سے متصادم ہیں یا مسلمانوں کے موقف سے ٹکراتے تھے، وہاں صحیح مقالات کا اضافہ کیا گیا ہے۔ اس بات کی ضرورت ہے کہ مسلمان خود اس انداز اور معیار کا کام کریں۔ ان کے پاس وسائل اب پیدا ہو چکے ہیں، افراد بھی تیار کئے جاسکتے ہیں۔ صرف اس بات کی ضرورت ہے کہ مکمل سنجیدہ منصوبہ بندی کے ساتھ تمام اسلامی مغربی جدید اور قدیم مآخذ سے مکمل طور پر آراستہ علماء کے بورڈ جدید بین الاقوامی معیار کا دائرۃ المعارف تیار کریں۔

خلاصہ بحث

مولانا سید ابوالحسن ندوی ایسے مفکر ہیں جنہوں نے تہذیب اسلامی اور تہذیب مغرب کا علمی و تحقیقی اسلوب ونقطہ نظر سے مطالعہ کیا ہے اور اس کے لیے متعدل تجزیاتی اسلوب اختیار کیا ہے، اور اسکے بعد مسلم امہ کے لیے لائحہ عمل تجویز کیا ہے کہ وہ کس طرح افکارِ مغرب کا مقابلہ کرسکتے ہیں اس کے لیے فکری وروحانی قوت اختیار کرنے کی تلقین کی ہے اسی سے قوت حاصل ہوگی اور تہذیب جدید کے فائدہ مند علوم اور وسائل سے استفادہ کرنے میں کوئی حرج نہیں، اس کے لیے جدید Infermation کے ذرائع، ٹیکنالوجی، سائنسی علوم میں مہارت حاصل کرنے کی بھی اشد ضرورت ہے۔ "خذ ماصفادع ماکدر" کے اصول کے تحت عمل کیا جاسکتا ہے۔ مغربی تہذیب کے بارے میں مولانا کا نقطہ نگاہ یہ ہے کہ یہ منفی و مثبت، مفید وغیر مفید کامل وناقص اجزاء کا مجموعہ ہے۔ اس تہذیب کے اندر ایسے حقائق اور حتمی و بدیہی عناصر بھی ہیں کہ جن کا کوئی سلیم العقل شخص انکار نہیں کر سکتا اور جن حقائق کو تسلیم کر کے ان پر عمل

حرف و سخن
HARF-O-SUKHAN
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8
No.3 2024

کرنے کی وجہ سے ہی مغرب ترقی کی راہ پر گامزن ہوا ہے۔ بلکہ اگر یوں کہا جائے کہ یہ حقائق ترقی وارتقاء میں اس قدر اہم ہیں کہ ان حقائق کو تسلیم کرکے ان پر عمل پیرا ہونے میں ہی ترقی کا راز مضمر ہے۔

سفارشات

مولانا سید ابوالحسن ندوی کی فکر سے استفادہ و مطالعہ کے بعد اہل علم وفن ارباب حل وعقد کے لیے چند سفارشات پیش کی جاتی ہیں۔

1. دیگر مشاہیر امت کی طرح مولانا سید ابوالحسن ندوی کی فکر وبصیرت اور کتب کو باقاعدہ علوم اسلامیہ کے نصاب کا حصہ بنانا چاہیے۔
2. الحاد و فکر کا جو نفوذ مسلم ممالک میں ہو رہا ہے اس کے لیے باقاعدہ علمی Discusses کی ضرورت ہے جس سے نوجوانان ملت کو تعمیری امور و تحقیق پر لگایا جاسکتا ہے۔
3. مولانا سید ابوالحسن ندوی کے افکار پر علمی و تحقیقی نوعیت کا کام کروانے کے لیے جدید بین الاقوامی منصوبہ بندی کے ساتھ دائرۃ المعارف انسائیکلوپیڈیا کی تیاری کی ضرورت ہے۔
4. مغربی ممالک کی یونیورسٹیز کے شعبہ ہائے دینیات و الہیات کے ساتھ باہمی معادلہ کے ذریعے سیمینارز، کانفرنسز کا انعقاد کیا جائے اور مولانا سید ابوالحسن ندوی، علامہ اسد، مولانا مودودی، ڈاکٹر محمود غازی جیسے مفکرین کی آراء کو ترقی دی جائے۔